



فلپائن بحر الکاہل کے چھوٹے بڑے سات ہزار جزائر پر مشتمل ملک ہے جو ساحل چین سے چھٹو میل جنوب کی طرف واقع ہے۔ سب سے بڑا جزیرہ لوزان ہے جس میں دار الحکومت منیلا واقع ہے دوسرا بڑا جزیرہ منڈاناؤ ہے۔ جزائر فلپائن کی آبادی ایک تینھنے کے مطابق ۳۴ ملین ہے، جس میں سے تیس ملین عیسائی (زیادہ تر کیتھولک) ہیں۔ پانچ ملین کے لگ بھگ مسلمان ہیں اور باقی ماندہ آبادی وحشی قبائل اور دوسرے مذاہب کی پیروکار ہے۔

اسلام کی آمد | عہد قدیم میں جنوب مشرق کے سمندروں میں سونے کے جزیروں کے بارے میں کہانیاں اس قدر مشہور تھیں کہ ان دیوالائی انسانوں نے بطیموس کے جغرافیہ تک میں جگہ پالی۔ عرب تاجر ہندوستان اور چین کی آبادی سے ایسی کہانیاں سنتے تھے اور "جزیرۃ الذہب" کی تلاش میں اپنے بادبانی جہازوں کو بحر الکاہل میں ادھر ادھر گھماتے تھے۔ آخر سائڈ اور جادو سے ہوتے ہوئے ان جزائر تک پہنچے عربوں نے ان جزائر کو "جزائر واق واق" کا نام دیا ہے۔ کیونکہ ان پر کوئی راجہ واکا "حکمران تھا۔

عرب تاجروں نے بغرض تجارت جزائر میں سکونت اختیار کر لی اور اپنے سیرت و کردار کے ذریعے مقامی آبادی میں اسلام کا پیغام پھیلانا شروع کر دیا۔ اہل وطن اسلام کے حلقے میں شامل ہونے لگے۔ مگر تاجروں نے اسلام کی آواز پہنچانی اور تربیت و تعلیم کی ذمہ داریاں صرفیائے کرام نے انجام دیں۔

۱۳۸۰ء میں ایک عرب مبلغ شریف مخدوم سولو (sulu) میں وارد ہوئے۔ ان کے لقب "مخدوم" سے واضح ہوتا ہے کہ وہ صوفی بزرگ تھے۔ اس دور میں اکابر صوفیاء اسی لقب

سے مشہور تھے۔ شریف مخدوم کی تبلیغی مساعی کامیاب رہی۔ انہوں نے اسلام کا جو نفاذ پورا لگایا تھا اسے سہاڑا کے راجہ بگینڈہ (RAJA BAGINDA) کو سینچنے کا شرف حاصل ہوا جو دس سال بعد یعنی ۱۳۹۰ء میں وارد ہوا۔ راجہ بگینڈہ نے تبلیغی کوششوں میں نئی جان ڈال دی۔ اور اپنی صاحبزادی ایک ذی علم سید زادے ابوبکر نامی کے عقد میں دی۔ راجہ بگینڈہ کی زریہ اولاد نہ تھی اور راجہ موصوف کے داماد ابوبکر وارث تاج و تخت ہوئے۔ ابوبکر نے اپنے بیٹے راجہ کی بجائے سلطان کا لقب اختیار کیا اور نظام حکومت اسلام کے سیاسی اصولوں کے مطابق ڈھال دیا۔ سلطان ابوبکر کا دور حکومت ۱۴۵۰ء سے ۱۴۸۰ء تک جاری رہا۔

ابوبکر کے دور حکومت میں جزیرہ نمائے ملایا کی جنوبی ریاست جہور (JOHOR) کا ایک تاجر شریف کابنگ سوان (SHARIF KABUNGSWAN) منڈاناؤ میں کرٹا باٹو کے مقام پر اپنے کئی ساتھیوں سمیت سکونت پذیر ہو گیا۔ کابنگ سوان نے ایک مقامی عورت سے شادی کر لی۔ اور اسلامی تبلیغ کے کمر بستہ ہو گیا۔

شریف مخدوم سے لیکر کابنگ سوان تک کی کوششوں سے فلپائن کی خاص آبادی نے اسلام قبول کر لیا اور کابنگ سوان کی سیاسی قوت کی بدولت اسلامی سلطنت کی سرحدیں وسیع ہوتی گئیں۔ آرنلڈ کے بیان کے مطابق کابنگ سوان کی سرگرمیاں پرامن رہیں۔ مگر حصول قوت کے بعد انہوں نے ہمسایہ قبائل کو زیر کر لیا اور انہیں حلقہ اسلام میں داخل کر لیا۔ آرنلڈ کا یہ بیان مغربی ذہنیت کا آئینہ دار ہے جس کے مطابق یہی تصور کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔

ہسپانیہ کا تسلط | منڈاناؤ اور سولو کی اسلامی سلطنتیں شمال اور مشرق کے جزائر میں پھیل رہی تھیں کہ ہسپانوی جہازران فرڈینیڈ میگلن (FERDINAND MAGELLAN) نے دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دنیا کے گرد چکر لگانے کی کوشش کی۔ ۱۷ مارچ ۱۵۲۱ء کو یہ بہادر مگر لالچی جہازران منڈاناؤ کے قریب سیبونامی جزیرے میں ننگر انداز ہوا۔ ان جزائر کی دولت نے جہازران کے قدم باندھ لئے اور یہیں کا ہو رہا۔ آخر مقامی آبادی سے لڑتے ہوئے مارا گیا۔ مگر جان دیکر ہسپانوی مستعمرین کے لئے ان جزائر کا دروازہ کھول دیا۔

اتفاق سے یہ وہی زمانہ تھا جب ہسپانیوں نے مسلمانوں پر تازہ تازہ فتح حاصل کی تھی۔ اور پوری دنیا پر اپنا جھنڈا لہرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہوں نے یہاں بھی مسلمانوں کو ختم کرنے کے وہی حربے استعمال کئے جو ہسپانیہ میں کامیاب ثابت ہو چکے تھے۔ ہسپانیوں نے عیسائیت

کو جبر و تشدد کے ذریعے عوام پر مسلط کرنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کی نسبت استعماریوں کے وسائل بے پناہ تھے اور یہ وسائل عیسائیت کے پھیلانے کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ تاہم مسلمانوں نے انیسویں صدی کے آخر تک استعماریوں کے سامنے ہتھیار نہ ڈالے۔ عیسائیت تمام مشرقی سرگرمیوں اور ترغیب و تحریک کے باوجود کامیاب نہ ہو سکی۔ اس کے برعکس اسلام کا حلقہ وسیع ہوتا گیا۔ ہسپانیوں کے ظلم و تشدد سے لوگ تنگ آکر منڈاناؤ میں پناہ لیتے اور اسلام قبول کر لیتے تھے۔

۱۵۴۳ء میں ان جزائر کا نام ہسپانیہ کے ظالم بادشاہ فلپ دوم کے نام پر فلپائن رکھا گیا۔ مسلمانوں نے استعماریوں کا مقابلہ کیا اور چار صدیوں تک اپنی آزادی کے لئے لڑائی لڑائی قربانی دیتے رہے۔ مسلمانوں کی مزاحمت نے ہسپانیہ کو اس قدر کمزور کر دیا تھا کہ ۱۵۶۵ء کی جنگ میں ہسپانیہ کو امریکہ کے ہاتھوں شکست کھانی پڑی اور جزائر فلپائن ہسپانیہ کے تسلط سے نکل کر امریکہ کے قبضے میں چلے گئے۔

امریکی دور اقتدار امریکی حکومت نے ہسپانیوں کے برعکس پالیسی اختیار کی۔ جبر و تشدد کے بجائے نظام تعلیم کو عیسائیت کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ مسلمانوں نے بھی معاذانہ رویہ رکھنے کی بجائے صلح جاتی کا راستہ اختیار کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کی تبلیغ رک گئی اور عیسائیت نہایت تیزی سے لوگوں کے دلوں میں راہ پا گئی۔

امریکی دور اقتدار میں عیسائی آبادی نے جدید نظام تعلیم کے مطابق تعلیم حاصل کی اور ملک کے اہم پیشوں پر قابض ہو گئے۔ تھارت، بنکراہی اور ایسے ادارے مکمل طور پر عیسائی آبادی کے ہاتھ میں تھے۔ حکومت ان ہی کے ہاتھ میں تھی۔ اور مسلمان آبادی زیادہ تر کاشتکاروں اور چھوٹے پرستار رہی۔

جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم نے استعماری طاقتوں کو ہلا ڈالا۔ ان سے جہاں برطانیہ متاثر ہوا۔ امریکہ بھی اس اثر سے نہ بچ سکا۔ چنانچہ ۱۹۴۴ء میں امریکی اقتدار ختم ہو گیا۔ نتیجے میں عیسائی اکثریت کی حکمرانی قائم ہو گئی۔ مسلمانوں کو ناقابلِ توجہ اقلیت قرار دیا گیا۔ تاریخی پس منظر اور جغرافیائی حالات کا تقاضا یہ تھا کہ فلپائن کو دعائی ملک کی بجائے دفاعی ملک بنایا جاتا اور مسلمان آبادی واسے جزائر کو داخل خود مختاری حاصل ہوتی۔ مگر ایسا نہ کیا گیا۔

مسلمانوں کی تعلیم ہسپانوی دور حکومت میں مسلمان بدیشی حکمرانوں کے خلاف لڑتے

رہے اور ان کی مراعات سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جب کہ عیسائی ہم وطن سپانوی نظام تعلیم کو اختیار کر چکے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس دور میں حکومت کے اہم عہدوں پر عیسائی ہم وطن ہی فائز ہوئے۔ امریکی دور اقتدار میں ان عیسائی افسروں اور حکمرانوں نے مسلمانوں کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہ دی مسلمانوں نے از خود تعلیمی ضرورتیں پوری کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ ۱۹۴۶ء میں حصول آزادی کے بعد مسلمانوں کو اپنی اس خامی کا شدت سے احساس ہوا اور منڈاناؤ میں یونیورسٹی کے قیام کا مطالبہ شروع کیا تاکہ منڈاناؤ کے مسلمان زیر تعلیم سے آراستہ ہو سکیں۔

مسلمانوں کے شدید احتجاج کے بعد ۱۹۶۲ء میں منڈاناؤ میں ایک یونیورسٹی قائم کی گئی۔ یونیورسٹی کے قیام سے یہ امید پوری ہوتی دکھائی دی کہ غیر تعلیم یافتہ غریب مسلمان بھی اپنے ہم وطنوں کے پہلو بہ پہلو آسکیں گے۔ مگر پھر اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

یونیورسٹی کی طرف سے ہر سال تین سو وظائف دئے جاتے ہیں جو منڈاناؤ، سولور اور پالان کے جزائر میں مقابلے کے امتحان میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کرنے والوں کو ملتے ہیں۔ چونکہ مسلمان بنیادی طور پر پس ماندہ ہیں۔ اور تعلیمی اخراجات برداشت نہیں کر سکتے اور مقابلے کے امتحانوں میں بھی نمایاں پوزیشن حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے قائم کی گئی۔ یونیورسٹی میں بھی ان کی تعلیم برائے نفع ہی ہے۔ یونیورسٹی کے سٹاف اور طلبہ میں مسلمانوں کا تناسب صرف بیس فیصد ہے۔ فلپائن کے مسلمانوں کو خدشہ ہے کہ کہیں مرادی (MARAWI) شہر کہیں عیسائی اکثریت کا شہر ہی نہ بن جائے۔ بے اطمینانی کے اسباب فلپائن میں مسلمانوں کی موجودہ بے اطمینانی اور مقامی آبادی کی کشمکش کا

آغاز فلپائن دولت مشترکہ حکومت کے پہلے صدر مینرل کیوزن (MANUEL QUEZON) کے دور میں شروع ہوا۔ جب اس نے لوزان (شمالی فلپائن) اور ریاس (وسطی فلپائن) کی عیسائی آبادی کو منڈاناؤ میں آباد کرنا شروع کیا۔ یہی پالیسی جمہوریہ کے تیسرے صدر ROMAN MAGSAYSAY کے دور میں قائم رہی۔ مسلمان کسانوں کی سادہ لوحی سے عیسائی ہم وطنوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کی زمینوں پر مجبور و قوت قبضہ کر لیا۔ عیسائی نوآباد کاروں کی پشت پناہی حکومت کہہ ہی سکتی۔ حکومت نے تمام ایسی زمینوں کو سرکاری ملکیت قرار دیدیا جن کے متصرفین کے پاس کوئی قانونی حق ملکیت نہ تھا۔

سپانوی اور امریکی حکمرانوں نے مسلمان کسانوں کو ہی زمینوں کا مالک تسلیم کر لیا تھا۔ جہز زمینوں کو زیر تصرف لائے ہوئے تھے اور نسل در نسل ورثے میں حاصل کر رہے تھے۔ عدل و انصاف

کا اصول بھی یہی ہے کہ جو لوگ ساہا سال سے زمین کاشت کر رہے ہیں اور عزت و مشقت سے بھر زمینوں کو آباد کیا ہے وہی ان کے مالک ہیں۔ حکومت فلپائن کا یہ اقدام اس لئے بھی موزوں نہ تھا کہ جن لوگوں کے پاس زمین کی ملکیت کی دستاویزیں موجود بھی تھیں۔ صدہا سال ان کا محفوظ رہنا بھی ناممکن ہے۔

سرکاری اعلان کے بعد تعلیم یافتہ اور ہوشیار عیسائی نوآبادکاروں نے درخواستیں گزار کر زمین کے حقوق ملکیت حاصل کرنے لگے مگر مسلمان سادہ لوح کسان دفتر میں پیچیدگیوں کی بنا پر اس مرحلے میں ناکام ہو گئے، ادبھی مسند فلپائن میں مذہبی جنگ کی صورت اختیار کر گیا۔ حکومت کے اس اقدام سے منڈاناؤ کے ہزاروں مسلمان گھرانوں کا سکون چھن گیا مگر حکومت

نے متاثر مسلمان خاندانوں کی بہتری اور فلاح و بہبود کے متعلق قطعی طور پر نہیں سوچا۔ ظاہر ہے وسطی اور شمالی فلپائن کے امیر تاجر اور صنعت کار جن کی مستقل سکونت بھی ان ہی علاقوں میں ہے۔ انہیں غریب کسانوں سے زمین لے کر دینے سے ملک کی قسمت کہاں تک بدل سکتی ہے۔

اس صورت حال نے مسلمانوں کو جدوجہد پر مجبور کر دیا ان کی جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو معاشرتی زندگی میں ان کا جائز مقام دیا جائے۔ انہیں ہمیشہ نظر انداز کیا گیا ہے۔ کبھی کوئی گورنر یا وزیر مسلمانوں سے نہیں لیا گیا۔ حکومت کے اعلیٰ مناصب ان کے لئے شجر منونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ۱۹۶۸ء میں جنوبی فلپائن کے مسلمان ڈاٹو مٹالام (DATO MATALAM) نے حکومت کو متنبہ کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کی معاشی، سیاسی، سماجی اور زندگی سوارنے کے لئے حکومت نے کوئی توجہ نہ دی تو مسلمان طلحہ ہونے اور اپنی حکومت خود بنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ مسلمان نمائندوں نے مطالبہ کیا ہے کہ تین جنوبی جزائر، منڈاناؤ، سولو، اور پالان کو جدا کر کے مسلمان حکومت قائم کر دی جائے۔

LONDON TIMES کے خصوصی نامہ نگار RAMSAY WILLIAM نے فیلا سے

اخبار مذکور کو لکھا ہے :

”فلپائن کو اس پر فخر ہے کہ ایشیا میں واحد عیسائی قوم ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ۳۵ ملین آبادی میں پانچ ملین مسلمان ہیں۔ مسلمان آبادی اپنے وطن میں دوسرے درجے کی شہری ہے، اور مجبورہ سماجی حیثیت پر ناراضگی کا صاف صاف اظہار کر رہے ہیں۔ کوئی مسلمان سینٹر نہیں ہے۔ اور فلپائن کے ایوان نمائندگان میں

صرف چار مسلمان ہیں۔ فوج میں کوئی مسلمان جنرل نہیں ہے۔ اور نہ پولیس کے اعلیٰ عہدوں پر ہی کوئی مسلمان فائزر ہے۔ زرعی اراضی جو نسل در نسل مسلمان خاندانوں میں چلی آرہی ہے ان کے مالکوں سے بہیم قانونی طریقوں سے چھین کر شمالی عیسائی آبادی کے ہاتھ دی جا رہی ہے۔“

قتل و غارت | متذکرہ انصاف صورت حال کے پیش نظر منڈاناؤ میں مقامی آبادی اور عیسائی نوآباد کاروں میں بھڑپ میں شروع ہو گئیں۔ ۲۲ جون ۱۹۷۱ء کو سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ :
۱۹ جون کو ایک سو کے لگ بھگ مسلمان ایک گاؤں کی مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے۔ ان پر مسلح حملہ کیا گیا اور فائزرنگ سے اکٹھے ہلاک ہو گئے۔“

صوبے میں مقیم ایک فوجی افسر نے قتل و غارت کی توثیق کی ہے کہ ان میں چھپن جگہ پر ہی ہلاک ہو گئے، جن میں ۲۹ عورتیں اور ۱۳ بچے شامل ہیں بعد ازاں زنجیروں میں سے پانچ پل بسے۔ اس نے کہا کہ ۲۳ باوردی افراد جو ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ اس قتل و غارت کے مرتکب ہوئے۔

ایک دوسری اخباری اطلاع کے مطابق کوٹا باٹو میں دوسرے لگ بھگ مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں۔ اور گیارہ مختلف مقامات پر پانچ سو گھروں کو جلا دیا گیا ہے۔ مسلمان زمینوں کی واپسی اور سماجی زندگی میں اپنا مقام منوانے کی جہد دہی کر رہے ہیں جس کے لئے انہیں جانی اور مالی قربانی دینی پڑی ہے۔
۱۱ اگست کو ایک بھڑپ میں تیس مسلمان جانیں دے بیٹھے اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

مسلمانوں کے سٹے کا سئل | نپائن کی موجودہ سیاسی اور سماجی زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی کسمپرسی اور ان کے ساتھ کی گئی زیادتی کا شدت سے احساس ہے۔ اور وہ برابر کے حقوق کے طلب گار ہیں۔ ان کے مطالبات کے پیش نظر مندرجہ ذیل اصلاحات ناگزیر ہیں۔

۱۔ وفاقی طور پر حکومت :- نپائن جو وحدانی ریاست ہے۔ اسے وفاقی ریاست میں بدلنا ضروری ہے۔ مسلمان اکثریت کے تینوں جزائر۔ منڈاناؤ، سولو، اور پالادان کو ملکر ایک وفاقی یونٹ بنادیا جائے۔ وفاقی یونٹ مقامی مسائل کو حل کرنے میں آزاد ہو۔

۲۔ جداگانہ انتخاب :- مرکزی حکومت کی اسمبلی کے لئے جداگانہ طریق انتخاب اختیار کیا جائے تاکہ مسلمان آبادی کے نمائندے مسلمان ہی ہوں۔ نیز مرکزی حکومت میں مسلمانوں کو مناسب نمائندگی دی جائے۔

۳۔ سرکاری ملازمتیں :- موجودہ حکومت کے اہم عہدوں پر کوئی مسلمان فائز نہیں ہے۔ فوج اور پولیس میں بھی ان کے پاس کوئی عہدہ نہیں ہے۔ سرکاری ملازمتوں میں آبادی کے تناسب سے مسلمانوں کو لیا جائے۔

عالم اسلام کی ذمہ داریاں | حال ہی میں اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل تنکو عبد الرحمن نے حکومت فلپائن سے رپورٹ طلب کی ہے کہ فلپائن مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لئے حکومت کیا کر رہی ہے۔ تنکو عبد الرحمن نے کہا ہے کہ کابل کانفرنس میں فلپائن مسلمانوں کے مسئلے کو پیش کیا جائے گا۔ اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے مناسب قدم اٹھایا جائے گا۔ تاہم مسلمانان عالم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے ہم مذہبوں کی مدد کریں۔ مسلمان جہود و آمد کی مانند ہیں جس طرح جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو پورا جسم اس سے متاثر ہوتا ہے۔ دنیا بھر اسلام کے کسی بوز کو تکلیف پہنچے تو تمام عالم اسلام کا اس سے متاثر ہونا ضروری ہے۔

پانچ ملین فلپائن مسلمانوں کو بچانے کیلئے عالم اسلام کی تنظیمیں مندرجہ ذیل طریقوں سے انکی مدد کر سکتی ہیں :

۱۔ سنڈانڈ کی یونیورسٹی کو اسلامی لٹریچر مہیا کیا جائے جس میں جدید تہذیب اور لادینی نظریات کا تعاقب کیا گیا ہو اور اسلام کو ایک متحرک نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہو تاکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اسلام پر مضبوطی سے قائم ہو۔

۲۔ فلپائن میں مسلمان اساتذہ، مبلغ اور مشنری روانہ کئے جائیں جو مسلمانوں میں اسلامی روح بیدار کریں اور اسلامی تعلیمات کو عام کریں۔

۳۔ فیلا میں اسلامی مرکز قائم کیا جائے اور ان تمام علاقوں میں اس کی شاخیں قائم ہوں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں تاکہ ان کی روزمرہ زندگی میں مناسب راہنمائی کی جاسکے۔

۴۔ ایسے وقف قائم کئے جائیں جن کی طرف سے فلپائن مسلمان طالب علموں کو وظائف دئے جائیں تاکہ وہ جدید تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو سکیں۔

ماخذ

1. THE PREACHING OF ISLAM. (T.W. ARNOLD)
2. MOSQUE AND MORO : A STUDY OF MUSLIMS IN THE PHILIPPINES (BOWING PETER)
3. THE CRITERION (KARACHI) MARCH, 1971
4. THE MUSLIM WORLD (WEEKLY) KARACHI
5. THE MUSLIM NEWS INTERNATIONAL, KARACHI
6. THE PAKISTAN TIMES